کلیاتِ میرؔ، مرتبہ کلب علی خاں فائق میں متنِ میرؔ کی اغلاط کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

ڈاکٹر محمد ساجد خان*

Abstract:
This research paper is a detailed study of the text of Mir Taqi Mir's (1722-1810) verses of Ghazals, edited by Qalib Ali Khan Faiq Rampuri and published by Majlis-e-Tareqi-e-Adab, Lahore from 1976 to 1984 in six volumes. This text of Mir's poetry is considered reliable and authentic and is part of syllabi of different universities. This article brings out the textual and research mistakes of this "Qualiat" with arguments. Almost every mistake is pointed out and rectified after comparing the text of verses with different old published Qualiat of Mir Taqi Mir.

ڈاکٹر عبادت بریلوی صاحب کے کلیات (جو درحقیقت آسی کے کلیاتِ میرؔ کی نقل معہ اغلاطِ اضافی کے سوا کچھ نہیں تھا) کے بعد پاکستان میں مرتب اور شائع ہونے والا یہ کلیاتِ میرؔ چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور مجلس ترقی ادب، لاہور کے تدوین کار جناب کلب علی خان نے اِسے 1976ء سے 1984ء کے دوران ٹائپ میں جناب احمد ندیم قاسمی صاحب کی زیرِ نگرانی لاہور سے شائع کیا۔ آسی کا کلیاتِ میرؔ جو یہاں متعدد مرتبہ سنگ میل، لاہور سے ری پرنٹ ہوتا رہا ہے، سب سے زیادہ استفادہ کیا جانے والا کلیاتِ میرؔ ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہی مجلس کا یہ نسخہ بھی پڑھا جاتا ہے۔ جلد اول جو دیوان اول پر مشتمل ہے، کئی مرتبہ اشاعت پذیر ہوئی ہے، دیوان اول کی مقبولیت کا پتہ دیتی ہے۔ غزلیات پر مشتمل دیگر تین جلدیں بھی دوسری مرتبہ شائع ہوئی ہیں۔ جلد دوم، دیوان دوم کو محیط ہے جب کہ جلد سوم میں دیوان سوم اور چہارم یک جا ہیں، جلد چہارم میں دیوان پنجم، ششم کی غزلیات معہ فردیات شامل ہیں۔ پانچویں جلد، قصائد، مراثی، رباعیات ودیگر اصناف پر مشتمل ہے جب کہ جلد ششم میں تمام مثنویات شامل ہیں۔

فائق صاحب نے تدوینِ کلام کے حوالے سے کوئی لفظ کسی جلد میں نہیں لکھا، البتہ ’سوانح میرؔ‘ کے عنوان سے ’ذکر میرؔ‘ کی پچانوے صفحات کی ایک تلخیص شامل جلد اول کر دی ہے، اس لیے وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ فائق صاحب کو کلامِ میرؔ کی تدوین میں عبادت صاحب بارہ برس سے کچھ زیادہ لگے یا کم! اور نہ ہی اُن کی جانب سے کوئی

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

ایسا دعویٰ ملتا ہے کہ انہوں نے تمام مطبوعہ کلیات کے ساتھ ساتھ کِن کِن کتب خانوں کے کون کون سے مخطوطات پیشِ نظر رکھے۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ انہوں نے آسی کے علاوہ بھی کچھ نہ کچھ نسخوں پر نگاہ رکھی ہے۔ اُن کے حواشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ فائق صاحب نے فورٹ ولیم کالج کا نسخہ 1811ء، نول کشور دوم، سوم کو تدوین کے وقت مدِ نظر رکھا ہے، کسی کسی جگہ ایک مخطوطے اور کسی نسخۂ 'ف' کا ذکر بھی ہوا ہے۔ بظاہر یہ ایک معرکے کا تدوینی کام دکھائی دیتا ہے لیکن کلامِ میؔر کی اغلاط کم نہیں ہوئیں۔ اگر فائق صاحب نے آسی، جس پر اُن کے متن کا بنیادی انحصار رہا ہے، کی کچھ اغلاط کی نشان دہی کی ہے تو زیادہ نہیں تو اسی قدر اغلاط اپنی تدوین اور اپنی کتابت سے پیدا کر دی ہیں، لیکن اس اَمر پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ بہت سے مقامات پر جب انہوں نے آسی کے غلط متن کی نشان دہی بھی کی اور دیگر کسی نسخے میں درست متن کا پتہ بھی چلا لیا، تو پھر اُسے شاملِ متن کرنے سے گریزاں کیوں رہے؟ یوں کہا جائے گا کہ فائق صاحب نے تمام وسائل فراہم ہوتے ہوئے بھی میؔر کے کلام کا صحت مند متن تیار کرنے میں تساہل برتا اور ایک بہترین موقع کلامِ میؔر کی تدوین کا مکمل طور پر کارآمد نہ بنایا جا سکا۔ ٹائپ میں ہونے کے وجہ سے میؔر کے چھ دیوان 4 جلدوں کے 1633 صفحات تک پھیل گئے، اس بے جا ضخامت کے علاوہ کتابت کی اغلاط دُور کرنے میں جس تساہل کا مظاہرہ کیا گیا اُس سے بہت سی غلطیاں بے سبب حصۂ متن بن گئیں، بار بار پروف نہ پڑھنے کی وجہ سے آسی کے نسخے سے زیادہ سہوہائے کتابت اس نسخے میں موجود ہیں۔ غزلوں کے اندراجِ مکرر کے سلسلے میں ردیف الف کی صرف ایک غزل فائق صاحب نے 'پکڑی'، جب کہ اِسی کے ساتھ مندرج دو غزلیں خود بھی مکرر درج کیں، اس کے علاوہ بھی غزلوں کی تکرار ہے، جس کا ذکر آئندہ صفحات میں ہوگا۔ غزل میں شامل قطعات کے بارے میں نسخۂ آسی کی اغلاط نہ صرف دُور نہیں کیں بلکہ ان پر اور اضافہ ہوا، درجنوں ایسے قطعات ان دونوں کلیات میں موجود ہیں جن کی نشان دہی نہیں کی گئی، دسیوں قطعات ایسے درج ہیں جو قطعہ نہیں ہیں بلکہ الگ الگ مضمون پر مبنی مکمل شعر ہیں۔ مصرعوں کے درمیان وقوف درج کرتے ہوئے مفہوم شعر سے باخبری کا مظاہرہ بہت کم ہوا ہے۔ سب سے زیادہ خرابی غلط اضافتوں کے اندراج یا بہت ضروری مقام پر عدم اندراج کے سبب پیدا ہوئی ہے۔ مختصر یہ کہ بہت زیادہ اغلاط دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ تدوینِ کلامِ میؔر کا یہ کام سرکاری انداز میں سرانجام ہوا اور اِس میں اُسی طرح خرابیاں راہ پا گئیں جیسے ہمارے یہاں ہر حکومتی اور سرکاری کام میں بالعموم ہوا کرتی ہیں۔

تاہم 'نسخۂ مجلس' کے نام سے موسوم اِس کلیاتِ کلامِ میؔر کو اس اعتبار سے اعزاز حاصل ہے کہ نسخۂ آسی کے بعد یہ دوسرا کلیات ہے جس سے اہلِ علم مطالعۂ میؔر کے سلسلے میں فیض یاب ہوتے ہیں۔ ہمارے یہاں درس گاہوں کے

علاوہ بھی میرؔ کے مطالعے کے لیے اس نسخے کی روایت خاصی محکم ہے اس لیے ضروری ہے کہ اِس مقالے میں نسخۂ مجلس کے متن کی اغلاط کے علاوہ، مرتب کے حواشی اور فہمِ شعر کے امکانات شواہد سمیت جو اُمور بھی سامنے آئیں، اُنھیں زیرِ بحث لایا جائے۔

دیوان اوّل ردیف الف، غزل نمبر 21 جلد اول ص 113 پر 'پُرسش' کی جگہ 'پرستش' درج ہوا، کتابت کی اس نوع کی غلطیاں جو اس نسخے میں بڑی تعداد میں ملتی ہیں، محض اس لیے موجود ہیں کہ اشعارِ میرؔ کا مطالعہ بار بار اور دقتِ نظر کے ساتھ نہیں کیا گیا، شعر یہ ہے

پُرسش میں ہماری ہی دن حشر کا ڈھل جاتا ‏ ‏ ‏ ‏ بن پوچھے کرم سے وہ، جو بخش نہ دیتا تو

ایک بات اس نسخے کے حوالے سے یہ بھی کہ کچھ ادبی حلقے یہ تصور رکھتے ہیں کہ فائق صاحب نے بھی نسخۂ عبادت کی طرح صرف اور صرف آسی کی کلیات سے اپنا متنِ میرؔ ترتیب دیا ہے اور یہ کہ اُن کے پیشِ نظر قدیم نسخے نہیں رہے، یہ گمان درست نہیں اس لیے کہ نسخۂ مجلس کے حواشی میں نہ صرف تین مطبوعہ نسخوں اور ایک مخطوطے کا ذکر ملتا ہے، ان مطبوعہ نسخوں سے فائق صاحب کے اختلافِ نسخ کی موازنے کے بعد یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ انھوں نے نسخۂ کالج، نول کشور دوم اور سوم کے متن کو بہت سی جگہوں پر، جہاں آسی کا کلیات درست متن فراہم کرنے سے قاصر تھا، استفادے کی خاطر دیکھا ہے۔ گو ایک بات ناقابلِ فہم ہے کہ بہت سے ایسے مقامات جہاں آسی کا متن ناقابلِ قبول حد تک غلط تھا، وہاں بھی اتباعِ آسی کیا گیا۔ اس بارے میں مثالیں ہم آگے چل کر پیش کریں گے۔ مختصر یہ کہ تدوینِ کلامِ میرؔ کے حوالے سے یہ نسخہ کافی وشافی تصور کیا جاسکتا تھا، اگر اس میں چند ایک خرابیاں دُور کردی جاتیں، یعنی قدیم نسخوں پر آسی کے متن کی بے جا فوقیت، کتابت، وقوف و اعراب خصوصاً اضافتوں کی اغلاط اور تدوینی ریاضت میں کوتاہی کم سے کم کی جاتی تو یہ کلیاتِ میرؔ بہت بہتر ہوسکتا تھا، لیکن ان اغلاط کی موجودگی میں یہ اپنے ماقبل اور ماخذ نسخے یعنی نسخۂ آسی سے بھی درجۂ استناد بہ اعتبارِ صحت و بہتری متن میں کم تر قرار پاتا ہے۔

نسخۂ مجلس کے مرتب نے ماقبل کے نسخوں پر جس چیز کا اضافہ کیا وہ اشعار کے متن میں علامتِ وقف کا اندراج ہے، گو اس چیز کو کچھ فاضل حضرات نہایت ناپسندیدہ تصور کرتے ہیں، اُن کے نزدیک جب اُن شعرا اور اُن کے زمانے سے قریب ترین نسخوں میں وقوف و اعراب کا رواج نہیں تھا تو اب ان علامات کا شاملِ متن کرنا احسن نہیں اور چونکہ اس طرح کی علامات سے قرأت و خواندگیِ متن کے امکانات محدود ہوتے ہیں اور کثیر المعنی امکانات، توضیحِ شعر کے مسدود ہوتے ہیں، اس لیے وقوف وغیرہ کا اندراج نہ صرف غیر ضروری بلکہ گمراہ کن ہے۔ کلاسیکی شعرا کے کلام کی

حدتک اِن کے خیالات میں وزن ہے لیکن ہم اسے 'بدمذاقی' قرار دے کر بھی روا رکھنے کے حق میں ہیں کیونکہ کلاسیکی شعروشاعری کے فائدے میں یہ بات جاتی ہے کہ یہ متن زیادہ سے زیادہ قارئین تک، زیادہ سے زیادہ سہل المطالعہ بنا کر پیش کیا جائے۔ شعر کی نحوی ساخت نثر سے الگ ہوتی ہے، قدیم زبان کا روزمرہ اور محاورہ بھی بہت الگ ہونے کی بنا پر، ان علامات کا اندراج مفید نتائج کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک کلاسیکی متون کے مرتب کو ہر اُس جگہ علامت وقفہ درج کرنا چاہیے جہاں اِس کے درج کرنے سے مصرع روانی کھوئے بغیر، ترسیل معنی کے اعتبار سے بہتر ہوتا ہے، تاہم اس معاملے میں بھی نسخۂ مجلس سے حددرجہ عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے، اس نسخے میں علاماتِ وقف کا بہت غلط اور گمراہ کن استعمال ہوا ہے، جس کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر غزل نمبر 23 دیوان اول ص 114 پر 'اجڑا بسا' کے درمیان کامہ درج ہوا اور یوں اس لفظ کے محاوراتی امکان کو ختم کردیا اور پورے مصرے کا مفہوم خاک میں مل کر رہ گیا۔ شعر ہے

ے شہر دل ایک مدت اجڑا بسا غموں میں   آخر اُجاڑ دینا اِس کا قرار پایا

دیوان اوّل کی غزل نمبر ۳۲ کا ایک شعر یوں ہے

ے پہنچا نہ پہنچا آہ ، کیا سو گیا غریب   وہ مرغِ نامہ بر جو مرا نامہ لے گیا

مجلس کے مرتب نے مصرع اول میں وقفے کی غلطی کے ساتھ ساتھ کتابت کی غلطی بھی کردی اور مصرع اولیٰ یوں درج ہوا ہے 'پہنچا نہ پہنچا آہ گیا، سو گیا غریب' (ص ۱۲۳)۔ غلط علامتِ وقف کی ایک اور مثال غزل نمبر 35 (دیوان اول) کے مطلع میں ملاحظہ ہو، 'فقیر' اور 'اللہ' کے درمیان کامہ درج ہے (ص ۱۲۵)

ے مت ہو دشمن اے فلک مجھ پائمالِ راہ کا   خاک افتادہ ہوں میں بھی اک فقیر اللہ کا

نسخۂ مجلس کی ایک بڑی خرابی متن اضافتوں کا غلط استعمال ہے، بعض جگہوں پر جہاں ان کی ضرورت تھی، درج نہیں ہوسکیں، لیکن زیادہ خرابی اُن مقامات پر ہوئی جہاں ان کی ضرورت نہیں تھی اور درج کی گئیں اس طرح بسااوقات معنی میں خلل واقع ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پہلے شعر ملاحظہ ہو

ے ہو خشک تو بہتر ہے وہ ہاتھ بہاراں میں   مانندِ نے نرگس جو جام نہیں رکھتا

نسخۂ مجلس جلد اول ص 126 پر 'مانندِ نے نرگس' درج ہے۔ یوں غلط مقام پر اضافت کا اندراج ہوا، اور 'نےِ نرگس' کو بے اضافت رکھنے سے مصرع کے معنی متاثر ہوئے۔ ایک ہی مصرع میں دو فاحش اغلاط کا مشاہدہ کرنا ہو تو اسی غزل کا یہ شعر ملاحظہ ہو

؎ وہ مفلس اُن آنکھوں سے کیونکر کے بسر آوے   جو اپنی گرہ میں اک بادام نہیں رکھتا

نسخۂ مجلس میں جلد اول ص 126 پر مصرع اولیٰ کا متن یہ ہے 'دو مفلس اُن آنکھوں سے کیونکر کے بصر آوے'۔ جس مقام پر اضافت کے بغیر معنی کی ترسیل میں غلطی کا امکان ہو، وہاں اضافت درج نہ کرنا، معنی کو غلط کرنے کا باعث ہوسکتا ہے مثلاً غزل نمبر 39 کا مقطع اور خوب دلچسپ شعر ہے

؎ عریاں تنی کی شوخی سے دیوانگی میں میؔر   مجنوں کے دشتِ خار کا دامن بھی چل گیا

مجلس کا متن جلد اول ص 129 پر 'دشت خار' بے اضافت درج ہونے سے معنی برآمد کرنے میں تکلف کا سامنا ہے۔ اس صورت میں 'دامنِ صحرا' کی بجائے 'خارِ صحرا کے دامن' سے کپڑا مسکانا پڑتا ہے تاکہ 'عریاں تنی کی شوخی' میں مجنوں کی ہم سری صحرا یا خارِ صحرا سے ہوسکے۔ اگلی ہی غزل کے دوسرے شعر میں لفظ 'رنگ' کی کتابت 'زنگ' ہے، اس نوع کی اغلاط پروف پڑھنے میں سرکاری اندازِ تساہل کی پیدا کردہ ہیں، شعر معروف ہے

؎ ہزار رنگ کھلے گل چمن کے ہیں شاہد   کہ روزگار کے سر خون ہے ہزاروں کا

دیوان اوّل کی غزل نمبر 45 (ص ۱۳۳) کے مطلع میں مصرع اول میں دونوں مقاماتِ اضافت پر اضافت درج نہ ہونے سے معنی میں فرق کے علاوہ روانی مصرع ختم ہوکر رہ گئی ہے

؎ کئی دن سلوک وداع کا مرے درپے دلِ زار تھا   کبھو درد تھا، کبھو داغ تھا، کبھو زخم تھا، کبھو وار تھا

دیوان اول، غزل نمبر 47 کے ایک مصرع میں پھر دو اغلاط ہیں۔ ص 134 پر 'مار پیچ' کو اضافت کے ساتھ درج کیا جو بالکل درست نہیں، 'مار پیچ' بمعنی سانپ کی سی لہر، راہ پُر پیچ کے معنی میں ہے اور یہاں اضافت سے معنی میں تبدیلی آتی ہے، 'اُس کے' کی جگہ 'اُس کی' درج ہے جب کہ 'کے' کا تعلق 'کوچے' سے ہے جو مذکر ہے۔ شعر کا درست متن یہ ہے

؎ تمام زلف کے کوچے ہیں مار پیچ اُس کے   تجھی کو آوے دِلا چلنا ایسی راہوں کا

اس سے اگلا شعر آسی کے یہاں درست درج ہے لیکن عبادت اور مجلس کے نسخوں نے 'کِن' کے زیر کی جگہ ضم لکھ کر لفظ 'کُن' بنا دیا اور یوں ایک خوب تر شعر قیامت تک کے لیے مبہم ہوکر رہ گیا

؎ اِسی جو خوبی سے لائے تجھے قیامت میں   تو حرف کِن نے کیا گوش داد خواہوں کا

دیوان اوّل کی غزل نمبر 65 کا ایک شعر غیر ضروری اضافت درج ہونے کی وجہ سے غلط متن کا حامل ٹھہرا، شعر یہ ہے

ے آتشِ تیز جدائی میں یکایک اُس بن دل جلا یوں کہ تنک جی بھی جلایا نہ گیا

مرتب نسخۂ مجلس نے (ص ۱۴۸) 'آتشِ تیزِ جدائی' لکھا، یہاں 'تیز' کو با اضافت درج کرنا درست نہیں ہے، اس طرح مفہوم 'جدائی کی تیز آگ' کی بجائے 'تیزیِ جدائی کی آگ' بن کر رہ جائے گا۔ غزل نمبر 76 (ص ۱۵۷) کے مقطع میں لفظ 'کھینچے' کی جگہ 'کھینچا' لکھا، جو اپنے ماخذ نسخے (آسی) سے مختلف ہی نہیں، غلط بھی ہے۔ شعر کا مفہوم جس لفظ کا تقاضا کرتا ہے وہ تمام نسخوں میں درست ہے

ے کب نیازِ عشق نازِ حسن سے کھینچے ہے ہاتھ آخر آخر میؔر سر بر آستاں مارا گیا

دیوان اوّل کی غزل 103 (ص ۱۷۹) کے ایک شعر میں لفظوں کا درمیانی فاصلہ اس طرح کر دیا کہ درست مصرع پڑھنا ممکن نہیں رہا، مصرع یوں درج ہے 'گو نہ چلاتا مژہ تیرِ نگاہ'، اس طرح مصرع کا مفہوم یہ ہوگا کہ 'اگرچہ مژگاں، نگاہ کا تیر نہ چلاتا'، یہ غلطی خطرناک ہے کہ مصرع بامعنی ہے لیکن دوسرے مصرع کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، درست شعر یوں ہے

ے گو نہ چلا تا مژہ تیرِ نگاہ اپنے جگر سے تو گزر کر گیا

گو اس موضوع پر ایک الگ مقالہ سپردِ قلم کرنے کی ضرورت ہے کہ آسی، عبادت اور مجلس کے نسخوں میں کتنے اور کس کس طرح کے قطعات کو قطعات درج ہی نہیں کیا گیا، لیکن یہاں ایک قطعہ درج کرتے ہیں جسے آسی، عبادت اور مجلس میں سے کسی نے قطعہ شمار نہیں کیا حالاں کہ بات (مضمون) چار مصرعوں میں مکمل ہو رہی ہے۔ دوسرے مصرع میں لفظ 'بدایت' کو نول کشور دوم، سوم نے غلطی سے 'ہدایت' درج کیا، نسخۂ مجلس نے اس غلطی کی نشان دہی کی اور پھر متن میں خود بھی 'ہدایت' درج کر کے غلطی کو دہرا دیا۔ جلد دوم، ص 21

ے مداوا خاطروں سے تھا وگرنہ بدایت مرتبہ تھا انتہا کا
لگا تھا روگ جب سے یہ تبھی سے اثر معلوم تھا ہم کو دوا کا

اسی غزل کا شعر ہے جس میں 'اَبر و ہوا' کو 'ابرو ہوا' درج کر رکھا ہے، جس سے مصرع سمجھ میں نہیں آتا۔ شعر ہے

ے نہ جا تو دُور صوفی خانقہ سے ہمیں تو پاس ہے اَبر و ہوا کا

کتابت کی ایک اور شرمناک غلطی، سرکاری کاتب کا میؔر سے انتقام دکھائی دیتی ہے، دیوان دوم کی ایک غزل کے مقطع کے مصرع اوّل میں 'سنگِ بالیں' کو 'سگِ بالیں' لکھا ہے، نسخۂ مجلس جلد دوم ص ۳۲

ے سنگِ بالیں میرؔ کا جو باٹ کا روڑا ہوا سخت کر جی کو گیا اس جا سے وہ رنجور کیا

چند غزلوں کے بعد اضافت کی ایک نہایت غیر ضروری غلطی ملاحظہ ہو

ے آخر زمانہ سازی سے کھویا نہ وقر میرؔ یہ اختیار تم نے کیا روزگار کیا

نسخۂ مجلس میں جلد دوم ص ۳۵ پر 'وقرِ میرؔ' اضافت کے ساتھ درج ہوا ہے حالاں کہ یہ اضافت کے بغیر ہے اور مصرع کی نوعیت فجائیہ ہے، دیوان دوم کی ردیف الف ہی میں کتابت کی ایک اور غلطی، جو اگر پروف دھیان سے پڑھا جاتا تو دُور کی جاسکتی تھی

ے کس زور سے فرہاد نے خارا شکنی کی ہر چند کہ وہ بے کس و بے تاب وتواں تھا

نسخۂ مجلس کے کاتب نے جلد دوم ص ۵۳ پر 'خار اشکنی' کتابت فرمائی ہے۔ جلد دوم کے ص 67 پر درج غزل کے مطلع میں ردیف کے بعد 'ہے' کا اضافہ کر دیا، شعر ہے

ے طوفان میرے رونے سے آخر کو ہو رہا یوناں کی طرح بستی یہ سب میں ڈبو رہا

مجلس کے نسخے میں مصرع اوّل 'آخر کو ہو رہا ہے' کے متن کے ساتھ درج ہوا ہے۔ دیوان سوم کی ایک غزل کا مقطع ہے

ے تسبیح تک تو میرؔ نے رکھا کلال کے وقتِ نماز اب بھی ہوئے تھے امام کیا

یہ متن سبھی نسخوں کا متفقہ ہے، لیکن جلد سوم ص 34 پر اس شعر کے حوالے سے حاشیہ درج ہوا کہ 'اب بھی' سے مفہوم واضح نہیں ہوتا، شاید یہ لفظ 'آپھی' ہو، حالاں کہ 'اب بھی' یہاں بہ لحاظ معنی اور وزن درست ہے، 'آپھی' کے بعد شعر بے معنی ہو جائے گا، میرؔ نے ایک لفظ 'لگو' بمعنی دوست، آشنا، پیچھے پڑ جانے والا، متعدد مرتبہ استعمال کیا ہے، دیوان سوم کے ایک مقطع میں بھی یہی لفظ درج ہے، لیکن مرتب نسخۂ مجلس نے جلد سوم ص ۳۸ پر حاشیے میں درج کیا کہ یہ درست نہیں، اُن کے خیال میں 'لگو نہیں' کی جگہ 'لگوں ہی' ہونا چاہیے حالاں کہ اس شعر میں جو متن درج ہے وہی درست ہے

ے لگو نہیں ، اگر آنکھ تیری ہو میرؔ تماشا کر اُس کی نظر گاہ کا

نسخۂ مجلس کی جلد سوم کے صفحہ 44 پر کتابت کی یہ غلطی نہایت مضحکہ خیز ہے، 'سوزش' کو 'سازش' لکھا گیا ہے اور لطف یہ کہ اِن جلدوں کی اشاعتِ ثانی میں بھی یہ تمام اغلاط جوں کی توں موجود ہیں۔ شعر یہ ہے

ے کی ہم نے تب درونے کی سوزش سے عافیت سب تن بدن اِس آگ نے اپنا بھسم کیا

کتابت کی اغلاط کی بھی گونا گوں اقسام نسخۂ مجلس میں ملتی ہیں، ایک لفظ سے متعلق حرف کو دوسرے لفظ کے ساتھ ملا کر لکھنے سے اکثر اوقات بے حد پریشان کن صورتِ حال جنم لیتی ہے، سہو کتابت کی اس نوع کو گناہِ بےلذت قرار دیا جاسکتا ہے، قدیم نسخوں میں الفاظ ساتھ ملا کر لکھنے سے جس طرح کے تسامحات جنم لیتے تھے، مجلس کی کتابت ٹائپ میں ہونے کے باوجود، اِن اغلاط کے سرانجام دینے میں کسی سے کم نہیں مثلاً جلد سوم، ص 46 'گور ہی اُس کو' کی صورت یہ تحریر کی ہے 'گو رہی اُس کو۔۔۔'، شعر ہے

ے گور ہی اُس کو جھنکائی عشق جس کے ہاں گیا اِس طبیب بدشگوں نے کس کے تئیں اچھا کیا

تدوینِ متن کا محقق اپنے حواشی کے حوالے سے رسوا ہوتا ہے، شاید اِسی لیے بہت سے ذہین تدوین کار، زیادہ حواشی لکھنے اور بعض اوقات سرے سے حواشی لکھنے سے ہی گریز کرتے ہیں۔ نسخۂ مجلس میں متن و کتابت اور اعراب و وقوف کی اغلاط کے ساتھ ساتھ اُن کے حاشیوں نے بھی اختلاف کی راہیں کھولی ہیں۔ مثال کے طور پر جلد سوم، ص 47 پر یہ شعر درج ہے

ے ہم جو اُس بن خوار ہیں حد سے زیاد یار یاں تک آن کر کیا کم ہوا

یہ متن آسی کے نسخے کے مطابق ہے اور درست ہے، نول کشور دوم، سوم میں 'کم' کی جگہ 'گم' درج ہے جو غلط ہے۔ فائق صاحب کا خیال ہے کہ آسی کا متن غلط ہے اور دوم، سوم میں 'گم' درست ہے۔ اُنہیں مصرع اوّل میں 'زیاد' کا لفظ بھی دکھائی نہیں دیا جس کے بعد 'کم' سے بہتر کوئی لفظ نہیں اور یوں بھی 'کم ہونا' روزمرہ ہے اور نقصان ہونا، گھس جانا، گھٹ جانا کے معنی میں ہے۔ اس نوع کے حواشی سے فائق صاحب کی شعرفہمی کے بارے میں وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک اور لفظ کے بارے میں فائق صاحب کا غلط اندازہ ملاحظہ ہو، جلد سوم ص 49 پر شعر ہے

ے اس جنس خوش کے پیچھے کھپا میں چواؤ کیا میں نے کسو کا کیا کیا ، اپنا زیاں کیا

فاضل مرتب نسخۂ مجلس کا خیال ہے کہ نسخۂ کالج کا 'چواؤ' اور نول کشور طبع سوم کا 'خواؤ' دونوں غلط ہیں اور طبع دوم میں 'جواؤ' درست ہے، حالاں کہ 'جواؤ' نام کا لفظ کسی لغت میں نہیں ملتا، 'چواؤ' بمعنی ذکر، چرچا، عجیب وغریب بات، کے معنی کے ساتھ یہاں مکمل کارآمد ہے اور 'اُردو لغت تاریخی اُصول پر' جلد ہفتم ص 645 پر درج ہے۔ دیوان سوم کی ایک اور غلط فہمیِ شعر، لفظ نہ سمجھ سکنے کی پیدا کردہ ہے اور فائق صاحب کے حاشیے نے اِس بات کا پردہ چاک کیا ہے، پہلے شعر،

ے ہر چند کہ تھی رتجھنے کی جائے ترے لب پر گالیاں دیں اتنی انہوں سے کہ رُجھایا

جلد سوم ص 54 پر اِس شعر کے حوالے سے حاشیہ میں فرمایا ’کہ تھی‘ سے مفہوم واضح نہیں ہوتا، غالباً ’نہ تھے‘ کو ’کہ تھی‘ پڑھا گیا ہے، شعر بالکل واضح اور صاف ہے لیکن فائق صاحب کی سمجھ میں اس لیے نہیں آیا کہ انہوں نے لفظ ’رُجھایا‘ بمعنی روک دینا، ستانا، تنگ کرنا، چھیڑنا، کو ’رِجھایا‘ (رَیجھنا سے) سمجھا اور درج کیا، اِسی لیے ’کہ تھی‘ کو ’نہ تھی‘ سے بدل کر مفہوم کو ’رِجھانا‘ کے مطابق بنانا چاہتے ہیں۔ دیوان چہارم کی پہلی ہی غزل کا شعر ہے (جلد سوم، ص ۲۴۳)

؎ یا رب ہماری جانب یہ تنگ کیوں ہے عائد　　جی ہی سے مارتے ہیں جو نام لے وفا کا

اس شعر میں دونوں مصرعوں میں اغلاط ہیں مصرع اول میں ’عائد‘ یا ’عاید‘ کو ’عابد‘ لکھا اور مصرع ثانی میں ’جی ہی سے‘ کی جگہ ’جی ہی ہے‘ درج ہوا، ظاہر ہے اِس متن میں یہ امکان تو ہے کہ قاری شعر پڑھنا اور سمجھنے کی کوشش کرنا ترک کر دے، بامعنی ہونے کا امکان نہیں۔ وقفے اندراج کرنے کا شوق مرتب نسخۂ مجلس کو اس قدر ہے کہ اُن کے کاتبوں تک میں سرایت کر گیا ہے، ورنہ ذیل کے شعر میں (جلد سوم، ص 246) ’تصرف‘ اور ’میں‘ کے درمیان ’کامہ‘ درج کرنے کا فیصلہ فاضل مرتب کا نہیں ہوسکتا،

؎ زمینِ غزل مِلک سی ہو گئی　　یہ قطعہ تصرف میں بالکل کیا

دیوان چہارم کی ایک غزل میں ردیف ’کیا‘ کی جگہ ’کب‘ درج کر دیا، جس سے مصرع بے زمین و بے معنی ہو گیا، جلد سوم ص 250

؎ ڈرتا ہی میں رہا کہ پلک کوئی گڑ نہ جائے　　آنکھوں سے اُس کی رات جو تلوے ملا کیا

اسی دیوان کے ایک شعر میں لفظ ’پھُکی‘ نسخۂ کالج اور نول کشور دوم کے مطابق ہے جب کہ نسخۂ آسی میں ’پھنکی‘ ہے، مرتب نسخۂ مجلس کے خیال میں آسی کے یہاں یہ لفظ سہوِ کتابت ہے (جلد سوم، ص ۲۶۲)، حالاں کہ یہ دونوں املا، ایک ہی لفظ کے ہیں، اس لیے دونوں متون کو درست سمجھنا چاہیے، فائق صاحب کی اس طرح کی لفظ شناسی سے بہت خوف آتا ہے، شعر یہ ہے

؎ بلبل بھی تو نالاں تھی پر سارے گلستاں میں　　اک آگ پھُکی، میں جب سرگرمِ فغاں آیا

جلد سوم کے ص 262 پر درج ایک شعر پہلے ملاحظہ فرمالیں اور پھر اس شعر پر مرتب کا حاشیہ ملاحظہ کریں

؎ عشق میں تیرے کیا کیا سن کر یار گئی کر جاتے ہیں　　یعنی غم کھاتے ہیں بہت ہم، غم بھی ہم کو کھاوے گا

مرتب آگاہ ہیں کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں ’گئی کر‘ درج ہے، اُن کا یہ خیال البتہ غلط ہے کہ آسی کے یہاں متن ’گئی گر‘ درج ہے، آسی کا متن بھی بغور دیکھنے پر وہی ’کر‘ ہی ہے۔ خود ’گئی گر‘ آسی کے فرضی تتبع میں درج

کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ 'مفہوم واضح نہیں ہوتا' حالاں کہ اگر وہ 'گئی کر' کو درست مان کر اِس لفظ کی تحقیق کرتے تو انہیں 'گئی' بمعنی درگزر، تحمّل، تغافل، مل جاتا۔

دیوان چہارم کی آخری غزل (ردیف الف) میں کل پانچ شعر ہیں، کاتب نسخۂ مجلس نے جلد سوم ص 269، غزل نمبر 40 کے چوتھے شعر کا مصرع ثانی درج کرنے کی بجائے پانچویں اور آخری شعر کا مصرع ثانی یہاں بھی درج کر دیا ہے، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مجلس کے نسخے میں تصحیح متن کی کاوش کس انداز کی رہی ہے، مقطع جس کا دوسرا مصرع مکرر درج ہوا یہ ہے

؎ گلہ لب تک نہ آیا میؔر ہرگز کھپا جی ہی میں غم سارا ہمارا

غلط اضافت درج کرنے کی روایت نسخۂ مجلس میں بہت محکم ہے، تاہم ذیل کے شعر کے مصرع ثانی میں 'رنگِ چمن' درج کرنے کی غلطی آسی، عبادت اور مجلس میں مشترک ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعر درج کرنے سے پہلے اُس کے معنی پر غور کرنے کا فقدان بہت رہا ہے (جلد چہارم، ص۱۹، دیوان پنجم غزل نمبر ۲۸)

؎ گل تھے سو سو رنگ پر ایسا شورِ طیور بلند نہ تھا اُس کے رنگ چمن میں کوئی شاید پھول نظر آیا

نسخۂ مجلس جلد چہارم ص 24 میں 'وائے' کی جگہ 'وے' درج ہوا جب کہ آسی کا متن درست ہے، شعر ہے

؎ یار ہمراہِ نعش جس دم تھا وائے مردے میں میرے دم نہ ہوا

دیوان پنجم ردیف الف میں ایک شعر کے ایک مصرع میں آسی نے غلط متن درج کیا تو ایک مصرع میں نسخۂ مجلس نے 'ہیبت' کو 'نیت' لکھ مارا، دوسرے مصرع میں آسی کے کاتب نے 'سیل بلا سے' لکھا جب کہ نسخۂ کالج کے متن میں 'سیل بلا ہے' جو بالکل درست ہے، شعر خود ملاحظہ فرمائیے

؎ نعرہ کرنا عاشق کا ہے ساتھ اک ہیبت کے یعنی سن آواز اس شیرِ نر کی سیل بلا ہے دہل جاتا

نسخۂ مجلس جلد چہارم ص 186 پر ایک شعر کے ایک ہی مصرع کے بارے میں دو حواشی درج کیے، بتایا کہ 'دس گنا' کو کسی نے 'دس کیا' درج کیا تو کسی اور نے 'دش کیا' لکھا، آسی کے یہاں 'دس گنا' ہے اور یہی درست ہے اور ہم یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ خود مجلس کے متن میں 'دس گناہ' لکھا ہوا ہے، شعر ہے

؎ غرورِ حُسن اُس کا دس گنا ہے ہمارا عشق اُسے کِن نے جتایا

لہٰذا اگر اگلے ہی صفحے (187) پر درج اس شعر میں 'پری دار' کو 'پری وار' لکھا جائے تو یہ کتابت کی نہایت معمولی غلطی قرار پائے گا۔ شعر ہے

ے سائے کو اُس کے دیکھ کے وحشت بلا ہوئی دیوانہ مجھ کو جیسے پری دار کر دیا

ابھی دیوانِ ششم ختم نہیں ہوا، ردیف الف ہی میں ’گردش نے آسماں کی‘ کی جگہ ’کے‘ درج ہوا، آسی کے یہاں تو بالعموم یائے معروف ومجہول کا امتیاز روا نہیں رکھا جاتا لیکن مرتب نسخۂ مجلس نے اکثر جگہوں پر مصرع کی مطابقت سے کے، کی وغیرہ درست درج کی ہیں، لیکن کچھ جگہوں پر یہ درستگی نہیں ہو سکی جیسے ذیل کے شعر میں

ے گردش نے آسماں کی عجائب کیا سلوک پیرِ کبیر جب میں ہوا ، وہ جواں ہوا

مجلس کی جلد چہارم کے ص 201 پر غلط اضافت درج کرنے سے مصرع کے معنی تقریباً ختم ہو کر رہ گئے۔ وہاں ’تلاشِ جوشِ بہار۔۔۔‘ درج ہے جب کہ شعر بامعنی یوں ہوتا ہے

ے گئے تھے سیرِ چمن کو اُٹھ کر، گلوں میں ٹک جی لگا نہ اپنا تلاش جوشِ بہار میں کی ، نگار گلشن میں تھا نہ اپنا

اسی صفحے پر اسی غزل کے ایک شعر کا مصرع یوں درج ہے ’نہ ہوش ہم کو، نہ صبر دل تم کو، نہ شور سر میں، نہ زور پا میں‘، اس مصرع میں ’صبر دل تم کو‘ میں ’دل‘ زائد ہے، جس کے بعد مصرع ساقط الوزن بھی ہوا اور بے معنی بھی۔ نسخۂ مجلس جلد اوّل ص 210، آسی ص 55 ’کے‘ کی جگہ مصرع ثانی میں ’کی‘ درج ہے، آسی تو یائے معروف ومجہول میں فرق روا نہیں رکھتے، مرتب مجلس نے بھی یہاں ’کی‘ درج کر کے مصرع کے معنی بدل دیئے ہیں اور ’کی‘ کے ساتھ مصرع بہ اعتبار معنی ہلکا بھی ہوا اور مصرع اول سے ربط بھی ختم ہوا، گویا شعر مبہم ہو کر رہ گیا، درست متن یوں ہے

ے کس کے لگا ہے تازہ تیرِ نگاہ اُس کا اک آہ میرے دل کے ہوتی ہے پار ہر شب

نسخۂ مجلس کے مرتب نے ایک لفظ کی غلط تفہیم میں جس مستقل مزاجی کا مظاہرہ فرمایا، یہ بلاشبہ اُنہی کا حصہ ہے، میرؔ کا ایک پسندیدہ اور نہایت مرغوبِ خاطر لفظ ’دیدہ درا‘ اور ’دیدہ درائی‘ (شوخ چشمی، بے شرمی، بے حیائی، ڈھٹائی، جسارت کے معنی میں) ہے جسے انہوں نے بیسیوں مرتبہ باندھا ہے، ایک جگہ ’دیدہ دراں‘ بھی استعمال کیا ہے۔ فائق صاحب نے اسے دیدہ ور (صاحب نظر) کے معنی میں سمجھا اور ہر جگہ، تمام چھ دواوینِ میرؔ میں نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ ہر جگہ ’دیدہ ورائی‘ اور ’دیدہ ورا‘ ہی لکھا اور یوں خود اپنے دیدہ ور ہونے یا دیدوں کے بہتر استعمال کی کوئی بہت عمدہ مثال قائم نہیں کی، کسی ایک جگہ حاشیہ میں ’دیدہ ور‘ کے معنی پر بھی تبصرہ کیا، جس کے بعد ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ ہر جگہ کاتب دال کو واؤ نہیں بنا دیتا بلکہ فاضل مرتب نے ہی اِسے واوَ کے ساتھ درج فرمایا ہے۔ اس غلطی کی آٹھ مثالیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں، نسخۂ مجلس جلد دوم ص 96 پر ذیل کے شعر میں ’دیدہ ورائی‘ درج ہے، شعر یہ ہے

؎ چشمک چلی گئی تھی ستاروں کی صبح تک　　　کی آسماں نے دیدہ درائی تمام شب

دوسری مثال، جلداول ص 293 غزل نمبر 248، پانچواں شعر

؎ غافل نہ اپنی دیدہ درائی سے ہم کو جان　　　سب دیکھتے ہیں پر نہیں کہتے حیا سے ہم

تیسری مثال، نسخۂ مجلس جلد چہارم ص 114، غزل نمبر 176 پانچواں شعر، نسخۂ کالج میں 'دیدہ درا' ہے، ہم نے اِسی کو اپنایا ہے، نول کشور دوم اور آسی کے یہاں 'دیدہ دراں' ہے جب کہ مجلس میں 'دیدہ وراں' ہے، شعر یہ ہے

؎ خوش چشم خوب رویاں دیدہ درا ہیں کتنے　　　وزدیدہ دیکھنے میں، دل دیکھتے چرا لیں

نسخۂ مجلس، جلد سوم، ص 144، غزل نمبر 174، شعر نمبر چھ، اس مرتبہ 'دیدہ درآئی' الف ممدودہ کے ساتھ درج کیا ہے

؎ چشم پوشی کا مری جان تمہیں لپکا ہے　　　کھاتے ہو دیدہ درائی سے قسم کا ہے کو

نسخۂ مجلس کے مرتب نے ذیل کے شعر میں ثابت کیا کہ وہ 'دیدہ درائی' کو دیدہ درائی ہی سمجھتے رہے، ورنہ مصرع اوّل میں نسخۂ کالج کے 'تم' کی جگہ 'ہم' پیروی آسی میں درج نہ کرتے، جلد سوم، ص 330 غزل نمبر 175، پانچواں شعر، دوہری غلطی کا حامل یہ شعر اصل میں یوں ہے

؎ کیا کیا دیدہ درائی سی تم کرتے رہے اس عالم میں　　　تم سے آگے سنو ہو صاحب! نہیں ہوا ہے کیا کیا کچھ

اگلی مثال دیوان اوّل کی ردیف ی، جلد اول، ص 566، غزل نمبر 558، پانچواں شعر، درست متن کے ساتھ شعر یہ ہے

؎ اللہ رے یہ دیدہ درائی، ہوں نہ مکدر کیوں کے ہم　　　آنکھیں ہم سے ملائے گئے، پھر خاک میں ہم کو ملائے گئے

یہ مثال دیوان چہارم کی ردیف ی سے ہے، نسخۂ مجلس جلد سوم ص 361، چوتھا شعر، درست متن یہ ہے

؎ دونوں طرف سے دیدہ درائی نہیں ہے خوب　　　اِس چاہ کا ہے لطف جو آپس میں ڈر رہے

اس سلسلے کی آٹھویں مثال دیوان ششم ردیف ی، مجلس جلد چہارم ص 277، غزل نمبر 107، ساتواں شعر، درست متن ملاحظہ فرمائیے

؎ اتنی بھی کیا ہے دیدہ درائی کہ غیر سے　　　آنکھیں لڑائیے، ہمیں آنکھیں دکھائیے

مذکورہ آٹھ مثالیں، کل اغلاطِ 'دیدہ درائی' نہیں بلکہ مجموعی اغلاط اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ اب دوبارہ سے ترتیب کے ساتھ نسخۂ مجلس کی غیر دیدہ ورانہ اغلاط کا جائزہ لیتے ہیں۔ میرؔ نے دیوان دوم کے ایک شعر میں گور کی جمع

'گوروں' استعمال کیا، شعر بالکل واضح ہے۔ نسخۂ مجلس جلد دوم ص99 غزل نمبر 110 پر متن بھی درست درج کیا لیکن حاشیے میں فرمایا''۔۔۔لیکن 'گوڑ' بہ معنی پاؤں (پنڈلی، ٹانگ، ٹخنا۔۔۔) بھی ہوسکتا ہے، جس کی جمع 'گوڑوں' ہے۔۔۔'نہیں معلوم اس حاشیے سے فائق صاحب کی کیا مراد ہے؟ شعر البتہ یہ ہے

ے تھا گوش زد کہ گوروں میں لگ لگ اُٹھے ہے آگ یاں دل بھرے ہوئے کے سبب ہے کفن میں آب

جلد سوم ص272 پر 'حالِ خاطر آشفتہ' درج ہوا، یہاں اضافت سے شعر کا متن ہلکا ہوتا ہے بلکہ غلط ہوتا ہے، یا تو 'حالِ خاطرِ آشفتہ' ہو لیکن ہم نے بغیر اضافت کے جملے کو اسمیہ رکھا، یوں شعر کا متن بہتر ہوا، شعر ملاحظہ ہو

ے کیا کہیں حال خاطر آشفتہ دل خدا جانیے کدھر ہے اب

دیوان پنجم میں ردیف ب کی پہلی غزل میں مصرع ہے 'کاش کے دوگل برگ اُدھر سے باو اُڑا کر لاوے اب'، نسخۂ مجلس نے آسی کی بے عقل پیروی کرتے ہوئے یہاں بھی 'دو' کو 'وہ' ہی درج کیا ہے، اسی طرح چار غزلوں کے بعد جلد چہارم ص35 پر 'دریا' کی جگہ 'دیا' کتابت کی گئی ہے، ع 'یعنی وطن دریا ہے اس میں چار طرف ہیں سفر میں اب'، دیوان ششم کی ایک غزل کا شعر ہے

ے تجرید کا فراغ ہے اک دولتِ عظیم بھاگے جو اپنے سائے سے بھی خوشتر آفتاب

نسخۂ مجلس نے جلد چہارم ص۲۰۸ پر 'فراغ' کو 'فراع' درج کرکے مصرع بے معنی کردیا۔ نسخۂ آسی جو مجلس کا ماخذ نسخہ ہے کے صفحہ 637 پر شعر درست متن کے ساتھ ہے لیکن نسخۂ مجلس جلد چہارم ص209 پر 'ہستی' کی جگہ 'پستی' درج ہوا، جس کے بعد شعر کا مفہوم غارت ہوکر رہ گیا۔ شعر ہے

ے یار میں، ہم میں پڑا پردہ جو ہے ہستی ہے یہ بیچ سے اُٹھ جائے تو ہووے ابھی رفع حجاب

دیوان سوم کی ردیف ت کی تیسری غزل ہے، جس میں درج متن 'یاں' آسی کے یہاں درست ہے لیکن مجلس کے مرتب نے اختلاف نسخ درج کیے بغیر 'ہاں' لکھا، جو شعر میں کارآمد بھی نہیں

ے یاں شہر حسن میں تو کہیں ذکر بھی نہیں کیا جانیے کہ مہر و وفا ہے کہاں کی بات

کتابت کے سلسلے کی لاپرواہی کا ایک اور نمونہ نسخۂ مجلس کی جلد چہارم کے ص41 پر 'بات بھی' کو 'بات تھی' بنادیا ہے

ے تب تو خانہ باغ سے اپنے نہ پوچھی بات بھی کیا جو تربت پر مری اب پھول لایا ہے عبث

ذیل کا شعر آسی اور مجلس میں نہایت غلط متن کے ساتھ طبع ہوا ہے، مصرع اوّل میں 'ساتھ ہوں' کی جگہ 'ساتھ ہو' اور مصرع ثانی میں 'گواِسی' درج ہے جب کہ نسخۂ کالج میں 'کو اِس' متن، یہ بھی بامعنی نہیں، اس لیے شعر کو بامعنی متن

میں بدلنے کے لیے 'کون اِس' کرنا ضروری تھا۔ ذیل میں ہم دونوں متن آمنے سامنے درج کرتے ہیں تا کہ اندازہ ہو سکے

؎ ساتھ ہوں اک بے کسی کے، عالمِ ہستی کے بیچ ساتھ ہو اک بے کسی کے عالم ہستی کے بیچ
باز خواہِ خوں ہے میرا، کون اِس بستی کے بیچ باز خواہِ خوں ہے میرا، گو اسی بستی کے بیچ

مجلس کے مرتب نے آسی کے متن کو بنیادی ماخذ کے طور پر اپنایا لیکن بہت سے مقامات پر آسی اور مجلس کے متن میں فرق ہے جب کہ اختلافِ نسخ مذکور نہیں، ایسی ہی مثال یہ شعر ہے، جلد چہارم ص 45، آسی کے مطابق متن یوں ہے

؎ کچھ کچھ ہو جاتا ہے یاں، اک پل میں، ایک اک آن کے بیچ وعدے کرو ہو برسوں کے تم، دم کا بھروسا ہم کو نہیں

مجلس کے مرتب نے مصرع اول اگرچہ موزوں درج کیا ہے لیکن بہ تغیر الفاظ 'وعدے کرو ہو برسوں کے، دم بھر کا بھروسا ہم کو نہیں' مصرع ثانی میں 'ایک اک' کی جگہ 'اک اک' ہے اور یہ اختلاف مجلس کے مرتب نے بے شمار جگہوں پر کیا ہے۔ اس سے اگلی غزل میں 'دشتِ بلا' کو سہواً 'دستِ بلا' درج کیا ہے، 'دشتِ بلا میں جا کر مریے اپنے نصیب جو سیدھے ہوں' ۔ آسی کے کلیات میں درست متن ہے۔ نسخۂ مجلس نے جلد چہارم ص 51 پر 'کچھ' کی جگہ آغازِ شعر میں 'کیا' درج کیا، جس سے مصرع استفہامیہ ہوا، جس کی گنجائش مضمونِ شعر میں نہیں

؎ صد شکر کہ مسجد میں ہوئے مستی میں وارد کچھ ہوش نہ تھا منبر و محراب کا ہم کو

دیوان اوّل کی ردیف 'ز' کا شعر ہے، جسے کاتب نسخۂ مجلس نے اس طرح درج کیا ہے کہ 'گروِ مے' کو 'گردِ مے' درج کیا ہے

؎ ابر جھوما ہی جا ہے صحرا پر آؤ شیخ شہر گروِ مے ہوں ،

اسی ردیف میں دیوان دوم کا شعر محض الفاظ کے مابین غیر ضروری فاصلہ پیدا کرنے کے سبب، سمجھنا دشوار ہوا ہے، 'دھولا' (مار پیٹ، زدوکوب) کو نسخۂ مجلس میں 'دھو لا' لکھا ہے، اس لفظ سے نا آشنا قاری کے لیے اس غلطی کا ادراک کرنا سہل نہیں

؎ پر سرگراں ہو زاہد جاتا رہا سٹک کر دھولا چکے تھے مل کر کل لونڈے مے کدے کے

نسخۂ مجلس جلد دوم ص 135، پر محتاج کر' ('کے' محذوف ہے) کی کتابت محتاج کو' کر رکھی ہے، جس کے بعد شعر کے معنی وہ نہیں رہتے جو میرؔ نے مذکور کیے تھے

ے محتاج کر خدا نہ نکالے کہ جوں ہلال   تشہیر کون شہر میں ہو پارہ نان پر

اسی ردیف رمیں (دیوان پنجم) کا ایک سہوِ کتابت جس کے ساتھ ربط بین المصرعین ختم ہوکررہ جاتا ہے یہ کہ مصرع ثانی میں 'مجھ سے' جو آسی کے علاوہ دوم، سوم میں بھی درست درج ہے، مجلس کی کتابت میں 'تجھ سے' درج ہوا، (جلد سوم، ص295)

ے میرے ہی خوں میں اُن نے تیغہ نہیں سُلایا   سویا ہے اژدہا یہ بہترے مجھ سے کھا کر

جلد چہارم ص62 پر مصرع ہے '۔۔۔آنکھیں کھلی رہ جائیں گی' مجلس نے 'کھلی' درج ہی نہیں کیا۔ دیوان ششم کے اس شعر میں نسخۂ مجلس کی کتابت نے مصرع ثانی میں 'کا' کو 'کل' لکھا اور شعر کا مفہوم بدل کر دوکوڑی کا رہ گیا، (جلد چہارم، ص219)

ے پھولوں سے اُٹھ نگاہیں مکھڑے پہ اُس کے ٹھہریں   وہ گل فروش کا جو آیا دوکاں کے اوپر

دیوان اوّل کی ردیف ش میں دو غزلیں ہیں، ان میں سے پہلی غزل جو بارہ اشعار پر مبنی ہے، کل تین قطعات کی حامل ہے۔ نسخۂ آسی و مجلس نے اس غزل کے پہلے دو شعروں کو قطعہ بند نہیں لکھا جب کہ یہ مسلسل اشعار ہیں، اس غزل کے شعر سات سے گیارہ تک، پانچ اشعار کا ایک (تیسرا) غیر معمولی قطعہ ہے جس کا مضمون اور موڈ وہی ہے جو غالب کے 'تازہ واردان بساطِ ہوائے دل' والے قطعہ کا ہے، آسی نے ان اشعار کو قطعہ بند لکھا، لیکن مجلس کے مرتب نے اتنے بڑے اور اہم قطعے کو قطعہ درج ہی نہیں کیا۔ دیوان پنجم ردیف ش کی تیسری غزل کا مطلع نسخۂ مجلس کے نسخے سے پڑھ اور سمجھ سکنا ممکن نہیں، حالاں کہ بظاہر معمولی سا سہو ہے 'کر' (بہرہ) کو 'گر' لکھ دیا ہے

ے کرکریں ہیں لجوں لطموں کے ڈرے پڑے سب کے گوش   بے کراں دریائے غم کے ہیں بلا جوش وخروش

جلد دوم، ص173 پر ایک مطلع میں 'نالۂ کاہش فزا' کو 'نالہ کا ہش فزا' درج کیا، جس کے بعد مفہوم شعر تک پہنچنا خود مرتب کے لیے بھی ممکن نہیں رہا ہوگا

ے ہے آگ کا سا نالۂ کاہش فزا کا رنگ   کچھ اور صبح دم سے ہوا ہے ہوا کا رنگ

مرتب نسخۂ مجلس کی شعرفہمی، اُن کے حواشی کے سبب متعدد مرتبہ معرضِ تشکیک میں پڑ جاتی ہے، مثلاً پہلے ردیف 'گ' دیوان پنجم کی پہلی غزل کا مقطع سن لیجیے!

ے دیوانے ہیں شہر وفا کی راہ و رسم کے ہم تو میرؔ   دل کے کہے جی دینے والے قاطبۃً گھر گھر ہیں لوگ

مصرع ثانی میں 'کہے' بمطابق نول کشور دوم، سوم اور آسی ہے، حاشیہ میں مرتب نسخۂ مجلس نے لکھا (جلد

چہارم،ص 91) کہ نسخۂ کالج میں 'کئی' درست ہے حالاں کہ یہ کس حد تک درست ہے،اس کا اندازہ 'کہے' کی جگہ 'کئی' لکھ کر کیا جاسکتا ہے،مزید فرمایا کہ نسخۂ آسی میں 'کیے' ہے حالاں کہ وہاں 'کہے' بالکل درست کتابت ہے۔دیوان اوّل، ردیف ل پہلی غزل کا آٹھواں شعر 'سوائے' کی جگہ 'ہوائے' قافیہ (مکرر) درج کر کے شعر بے معنی کر دیا گیا، (جلد اول،ص 281)

؎ آ عندلیب صلح کریں جنگ ہو چکی　　لے اے زباں دراز! تو سب کچھ سوائے گل

دیگر نسخوں کے علاوہ آسی کے یہاں بھی متن درست ہے،یعنی 'سوائے گل'۔اسی دیوان و ردیف میں ایک اور مصرع میں دو غلطیاں بھی ملتی ہیں۔شعر ہے

؎ آج آوارہ ہو اے بال اسیرانِ قفس　　یہ گل و باغ و خیابان نہ ہوویں گے کل

'ہو اے' کو 'ہوائے' لکھا ہے اور 'بال' کو بہ اضافت زیر کسرہ درج کر کے 'بال اسیرانِ قفس' کی خوب صورت ترکیب کو بے گانہ معنی کر دیا گیا ہے کیونکہ 'اے' حرفِ ندا ہے اور 'اسیرانِ قفس' کے 'بال' (و پر) سے خطاب ہے۔لہٰذا اضافت نہایت غلط قرار پاتی ہے۔نسخۂ مجلس جلد سوم ص 326 پر پھر قافیہ بدل کر شعر کو بے معنی بنایا ہے 'ماتے ہم' کی جگہ 'آتے ہم' لکھا جب کہ آسی کے نسخے ص 497 پر شعر بالکل درست درج ہے

؎ ہاتھی مست بھی آوے چلا تو اُس سے منہ کو پھیر نہ لیں　　پھرتے ہیں سرمستِ محبت،مے ناخوردہ ماتے ہم

جلد چہارم ص 100 پر نسخۂ مجلس نے آسی کے درست متن 'آنکھوں کو چھپاتے' میں یہ تصرف فرمایا کہ 'آنکھوں میں چھپاتے' درجِ متن کیا،حالاں کہ یہاں 'میں' کی ضرورت ہی نہیں کہ یہ شعر کو معانی سے بے گانہ بنا رہا ہے۔مصرع اول میں 'کرتے' ہم نے نسخۂ کالج اور طبع دوم کے مطابق درج کیا ہے ورنہ آسی اور مجلس میں یہاں بھی 'رکھتے' درج ہے

؎ نظر دزدیدہ کرتے ہو،جھکی رکھتے ہو پلکوں کو　　لگی ہوتی نہ آنکھیں تو نہ آنکھوں کو چھپاتے تم

جلد چہارم ص 101 پر ایک حاشیہ درج نہ کرتے تو بھلا کرتے 'سوسر کا ہونا' محاورہ ہے جو مستقل مزاج،ثابت قدم اور دھن کا پکا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ذیل کے شعر کے بارے میں فائق صاحب نے لکھا کہ سبھی نسخوں میں 'سر کے' ہے،غالباً 'سرکی' ہوگا،اس حاشیے سے مترشح ہوا کہ فائق صاحب مذکورہ محاورے سے آگاہ نہیں تھے شعر یہ ہے

؎ جو ہوتے میرؔ سوسر کے،نہ کرتے اک سخن اُن سے　　بہت تو پان کھاتے،ہونٹ غصے سے چباتے تم

دیوان اوّل کی ردیف ن ہے، بنا سوچے سمجھے متن درج کرنے کی ایک اور مثال جلد اول ص ۳۰۰ پر ملاحظہ ہو 'جائے گی طاقت پا آہ تو کرلے گا کیا'، اس مصرع کو سمجھ کر دکھانا آسان نہیں، جب کہ مصرع کی درست شکل یوں ہے

ے جائے گی طاقتِ پا ، آہ! تو کرے گا کیا   اب تو ہم حال کبھو تم کو دکھا جاتے ہیں

نسخۂ مجلس میں اس نوع کی اغلاط حد درجہ خطرناک ہیں، جہاں شعر بظاہر غلط دکھائی نہیں دیتا مثلاً جلد اوّل، ص 323 پر یہ شعر درج ہے

ے شب جو وہ مہ کبھو رہے ہے یاں   مدتوں یاد سال رکھتے ہیں

حالاں کہ مصرع ثانی کا درست متن (آسی کے مطابق بھی) ہے 'مدتوں یار سال رکھتے ہیں' فائق صاحب نے 'مہ' کی رعایت سے 'سال' بمعنی برس سمجھا ہے اسی لیے 'یار' کو 'یاد' بنا دیا جب کہ یہ لفظ 'سال' یہاں بمعنی جلن اور خلش ہے۔ نسخۂ مجلس کی یہ غلطی نہایت گمراہ کن ہے، مصرع یوں درج ہوا ہے 'گور بن کوئی صلے میں ۔۔۔' آسی کے یہاں متن درست درج ہے، 'صلا' دعوت، بلاوا کے معنی میں، یہاں مطلوب ہے، لیکن نسخۂ مجلس کا استفادہ آسی کے متن کی حد تک بھی بہت درست اور اغلاط سے پاک نہیں۔ ایک شعر دیوان دوم سے ملاحظہ ہو

ے جانا اِدھر سے میرؔ ہے ویسا اُدھر کے تئیں   بیماریوں میں جیسے بدلتے ہیں گھر کے تئیں

نول کشور دوم، سوم کے اتباع میں آسی نے اور آسی کی پیروی میں فائق صاحب نے میرؔ کی جگہ 'میرے' درج فرمایا اور کسی نے بھی نسخۂ کالج کی مدد سے درست متن 'میرؔ' نہ اپنایا، شعر شور انگیز جلد سوم ص 278 پر بھی 'میرؔ' درج ہوا ہے۔ پروف دیکھنے میں تساہل کے مظاہر نسخۂ مجلس میں ہر دو چار غزلوں کے بعد ہوتے ہیں۔ جلد دوم، ص 208 پر شعر کی ردیف 'ہیں' ہی شامل متن ہونے سے رہ گئی

ے اب تو افسردگی ہی ہے ہر آن   ہم نہ وے ہیں ، نہ وے زمانے ہیں

چند غزلوں بعد لفظ 'بُتار' کو 'بتر' درج فرمایا 'کچھ بھی جو سن پاویں یہ تو مجلس میں بُتار کریں'، ایک غزل کے بعد ہی مطلع میں 'بیگانہ وضع' کو 'بیگانہ نہ وضع' لکھا اور یوں سرکاری اندازِ کتابت کی ایک اور مثال قائم کی۔ اسی دیوان کا یہ مصرع 'دشت میں گردِ رہ اُس کی اُٹھی ہے جیدھر سے'، یہاں سرے سے 'سے' ہی درج نہیں اور یوں مصرع ناموزوں بھی ہوا اور بے معنی بھی۔ جلد سوم، ص 123 پر شعر اس متن کے ساتھ درج ہے

ے بہت تھا شور وحشت سر میں میرے <u>سوچ</u> نے <u>میرے</u>   لکھی تصویر تو زنجیر پہلے کھینچ لی پا میں

آسی کے یہاں کفایتی اندازِ تحریر کے سبب 'شوخ' ہی لکھا لیکن 'خ' کا نقطہ درج نہ ہو سکا اور ش پر درج نقطوں

کوچ کے نقطے سمجھا گیا اور یائے معروف ومجہول کی تبدیلی مفہوم شعر کے مطابق نہ کی، اگر کی جاتی تو مصرع کی درست شکل یہ بنتی 'بہت تھا شورِ وحشت سر میں، میرے شوخ نے میری'۔ دیوان چہارم کی ردیف ن کا آغاز ہے، پہلی ہی غزل کے مطلع کے مصرع ثانی میں جلد سوم ص 327 (طبع دوم) 'سر پر' کی جگہ 'پر اب' درج کر کے مصرع بے معنی کر دیا گیا ہے۔ جلد چہارم ص 106 پر مصرع ہے 'ملنا نفروں سے اُن کا چھوٹا آ کر میری صحبت میں'، آغازِ مصرع میں 'ملنا ملنا' مکرر درج کیا اور زائد کو مٹایا نہ گیا۔ جلد اوّل ص 365 'نہ دے بر باد حسرت کشتۂ سر در گریباں کو'، فائق صاحب کے کاتب نے 'سر در' کو 'سرور' لکھ کر مصرع بے معنی کر دیا ہے۔ غلط اضافت درج کرنے کی دو مثالیں اور ملاحظہ کریں۔ جلد اوّل ص 374 پر مصرع ہے 'گل چین! عیش ہوتے ہم بھی چمن میں جا کر'، فائق صاحب نے 'گل چینِ عیش' بہ اہتمامِ اضافت درج کیا ہے۔ چند غزلوں بعد دیوان اوّل کی ردیف 'و' میں مصرع ہے 'عاشق کو فکر عاقبتِ کار کیوں نہ ہو'، مجلس کے متن میں 'فکرِ عاقبتِ کار' درج ہے۔

ے ہر فرد پاس ابھی سے دفتر ہے تجھ گلے کا ہے قہر جب کہ ہوگا حرفوں سے آشنا تو

جلد اوّل ص 376 پر مجلس والوں نے 'پاس' کو 'یاس' درج کیا اور یوں آسی کی بے عقل پیروی کی مثال قائم کی۔ دیوان اوّل ردیف 'و' کا ہی شعر ہے

ے ابروئے تیغ زن کی تمہارے تو کیا چلی کر دے ہے جس کا لاگتے ہی وار ایک دو

فائق صاحب نے حاشیہ رقم فرمایا کہ 'چلی' درست نہیں یہ لفظ اصل میں 'جبیں' ہے، جس سے شعر کا مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ نہیں معلوم وہ کیا مطلب ہوگا جو بقول فاضل مرتب 'صاف' ہو جاتا ہے حالانکہ 'چلی' بظاہر تیغ کے ضلع کا لفظ بھی ہے لیکن یہاں 'کیا چلی'، کیا بات، کیا مذکور (بہ اندازِ تحسین) کے معنی کا حامل ہے۔ اسی طرح ایک جگہ 'لاؤ' کو 'جاؤ' لکھ کر شعر کے معنی خلل آشنا کر دیے ہیں۔

ے دو چار تیر یارو اُس سے بھلی ہے دوری تم کھینچ کھینچ مجھ کو اُس پلّے پر نہ لاؤ

دیوان دوم کی ردیف 'و' ہے، جلد دوم ص 247 پر درج پہلے شعر کی ردیف 'ہو' شاملِ متن نہیں کی گئی۔ دیوان سوم میں سہواً 'ہی' کو 'ہے' درج کیا جب کہ آسی کے یہاں یہ درست ہے

ے کچھ نہ پوچھو صحبت دی روزہ کی کم فرصتی جوں ہی جا بیٹھے، لگا کہنے، انہیں رخصت کرو

آسی کی کلیاتِ میر میں لفظ 'مہر' گو قدرے مشکل سے سمجھ میں آتا ہے، نسخۂ مجلس کے کاتب نے اِسے 'میر' درج کر دیا، کاتب کی اس خود رائی کو بدلنا پھر کسی نے ضروری نہ سمجھا، یہ شعر جلد سوم کے ص 175 پر ہے

؎ طفلی سے تم نے لطف و غضب مختلط کیے ٹک مہر کو جدا کرو ، غصہ جدا کرو

کلیاتِ میرؔ مرتبہ آسی ص508 پر 'تمکین' واضح ہے اور درست ہے، مجلس کی خود مختارانہ کتابت میں جلد سوم ص348 پر 'تسکین' لکھا گیا، جس کا یہاں کوئی محل نہیں

؎ ناز کی کوئی یہ بھی ٹھسک ہے، جی کا ہے کو کڑھاتے ہو آتے ہو تمکین سے ایسے جیسے کہیں کو جاتے ہو

ذیل کے شعر میں غلطی اس انداز کی ہے کہ سرسری مطالعہ کرنے والا اِسے درست ہی سمجھے گا یعنی دیگر نسخوں کے علاوہ خود آسی کے یہاں 'دستِ جنوں' کی کتابت نسخۂ مجلس جلد سوم ص350 پر 'دشتِ جنوں' ہوئی ہے، 'دستِ جنوں' زیادہ مطابق مضمون و مفہوم شعر ہے

؎ دستِ جنوں نے اب کے کپڑوں کی دھجیاں کیں دامان و جیب میرے ہیں تار تار دونو

نسخۂ مجلس جلد چہارم ص119 پر پانچ اشعار کی ایک غزل میں ایک ہی انداز کی دو غلطیاں بسلسلہ کتابت ہیں مطلع کے مصرع ثانی میں 'اب' درج ہی نہیں 'بس اب تو کھل گئی ہیں آنکھیں، دیکھا ہم نے دنیا کو'۔ یہ تو مطلع تھا، مقطع کے مصرع میں 'میں' اور 'اودھم' کے درمیان 'اِس' حذف کر دیا ہے، 'تہ و بالا کیا دونوں میں اِس اودھم نے دنیا کو'۔ 'ناک میں تیر کرنا' یا 'دینا' محاورہ ہے، فائق صاحب نے اِس محاورے کو اُس وقت ملیامیٹ کر دیا جب دیوان پنجم ردیف 'و' کے اس شعر کے مصرع ثانی میں 'ناک میں اُس کے لکیر کرو' درج کیا

؎ کان لگا رہتا ہے غیر اُس شوخ کماں ابرو کے بہت اس تو گناہِ عظیم پہ یارو ناک میں اُس کے تیر کرو

دیوان پنجم ردیف ہ کی پہلی غزل کے مقطع میں نسخۂ کالج میں متن 'سر بر آئے' نول کشور دوم، سوم کا 'سر پر آئی' آسی کے یہاں 'سر بر آئی' درج ہے لیکن نسخۂ مجلس جلد چہارم ص127 پر سرے سے 'سر' ہی شاملِ متن نہیں، شعر یہ ہے

؎ رونے سے سب سر بر آئی خاک ہمارے سر پر میرؔ مدت میں ہم ٹک لگ بیٹھے تھے اُس کی دیوار کے ساتھ

اس سے اگلی غزل میں مصرع یوں ہے 'پروانہ گرد پھر کر جل بھی بجھا ولیکن'، نسخۂ مجلس میں 'بجھاؤ لیکن' درج ہے، جس کے بعد مصرع سے معنی خبط ہو گئے ہیں۔ ردیف ی، دیوان اوّل، میرؔ کا معروف شعر ہے

؎ لاعلاجی ہے جو رہتی ہے مجھے آوارگی کیجیے کیا میرؔ صاحب ، بندگی بے چارگی

جلد اوّل ص423 پر 'لاعلاجی سے' کے بعد شعر کو خاک برابر کر دیا گیا ہے۔ اِسی جلد کے ص425 پر ایک اور معروف شعر کے ساتھ فائق صاحب نے یہ دل آزاری کی 'اُس کو تو دل۔۔۔' شعر یہ ہے

؎ اُس کی تو دل آزاری بے ہیچ ہی تھی یارو کچھ تم کو ہماری بھی تقصیر نظر آئی

اسی طرح (جلد اول ص ۴۲۸) شعر ہے جس میں 'جان دے گو' کی جگہ 'جان دے کر' لکھا، ظاہر ہے اس تبدیلی کے بعد شعر بے گانہ معنی تو ہونا ہی تھا

جان دے گو مسیح پر اُس سے بات کہتے ہیں تیری ، لب کوئی

جلد اوّل ص 440 پر مصرع میں درکار لفظ 'مار' کی جگہ 'ہار' لکھا گیا، نہیں معلوم اس لفظ کے ساتھ شعر کو مرتب نے کیونکر اور کن معنی کا حامل سمجھا ہوگا!

حور و پری ، فرشتہ ، بشر مار ہی رکھا دُزدیدہ تیرے دیکھنے نے جس پہ گھات کی

نسخۂ مجلس، جلد اول ص 507 پر غزل نمبر 492 کے آخری دو شعر قطعہ بند ہیں، لیکن مرتب نے انہیں الگ الگ شعر قرار دیا جب کہ مقطع ماقبل کے شعر بنا، نامکمل ہے، مزید یہ کہ انہوں نے 'مخطوطے' کی سند ہوتے ہوئے بھی آسی کا غلط متن 'بے شمع' درج کیا۔ آسی کے متن میں 'بے شمع' ہے اور یہ آسی کا تصرف ہے اُنہوں نے شعر کے مضمون کو نامکمل پا کر 'بے شمع' کو 'بے شمع' کر کے مکمل کرنا چاہا، 'لے شمع' یہاں درست بھی ہے اور اِسی لفظ کی ضرورت بھی ہے

جیتے تو میرؔ ہر شب اس طرز عمر گزری پھر گور پر ہماری لے شمع گو کہ آئے

آسی کی کلیات ص 182 اور مجلس کی جلد اول ص 511 پر 'چیت گر' کتابت ہے جب کہ شعر کے معنی واضح طور پر 'کر' کا مطالبہ کر رہے ہوں تو 'گر' کو کتابت کی غلطی قرار دینا چاہیے، شعر یہ ہے

اب چیت کر نہیں کچھ تازہ ہوا ہوں بے کل آیا ہوں جب بخود میں، جی اُس میں جا رہا ہے

دیوان اوّل کی غزل نمبری 505 میں کل تین شعر ہیں، ان میں سے دو شعروں میں غلط اضافت درج کرنے سے دونوں شعروں کے معنی اور ترسیل معنی کو غیر معمولی صدمہ پہنچانے کی ذمہ داری نسخۂ مجلس کے مرتب پر جلد اوّل ص 516 کی رُو سے عائد ہوتی ہے۔ پہلے شعر میں 'فصّاد' سے خطاب ہے لیکن مجلس کی کتابت اِسے ایک بے معنی ترکیبِ لفظی کا حصہ بناتی ہے 'فصّادِ خوں فساد۔۔۔' شعر یہ ہے

فصّاد ! خوں فساد پہ ہے مجھ سے اِن دنوں نشتر نہ تو لگاوے تو میرا لہو پیے

اسی غزل کے تیسرے شعر میں 'طرزِ بیاباں' کو اضافت کسرہ کے ساتھ درج کرنے سے بھی شعر بے معنی ہوا

صوتِ جرس کی طرز بیاباں میں ہائے میرؔ تنہا چلا ہوں میں دلِ پُر شور کو لیے

کتابت کی ایسی اغلاط، جن سے مطلوبہ معنی سے برعکس اور نہایت غلط معنی برآمد ہوں، کو فاحش اغلاط میں ہی شمار کرنا چاہیے۔ میرؔ کے نہایت معروف شعر کا درست متن پہلے ملاحظہ ہو

ے غمِ فراق ہے دنبالہ گردِ عیشِ وصال فقط مزا ہی نہیں عشق میں بلا بھی ہے

نسخۂ مجلس کے کاتب نے جلد اوّل ص519 پر مصرع اوّل کے 'عیش' کو مصرع ثانی میں 'عشق' کی جگہ بھی جڑ رکھا ہے، جسے درست کرنے سے پہلے ہی طبع کر دیا گیا۔ چند غزلوں کے بعد ایک مصرع میں 'بہ جز' کو 'یہ جز' کتابت کیا، اس لیے ہم نے تو ساتھ ملا کر 'بجز' درجِ متن کیا کہ غلطی کا احتمال ہی نہ رہے، 'شمعِ مزارِ میرؔ، بجز آہ کون ہے'۔ کچھ آگے جا کر کاتب نسخۂ مجلس نے مصرع کے آخر میں 'آہ' کو شامل و درجِ متن فرمانا ہی گوارا نہ کیا، 'منزل نہ کر جہاں کو، کہ ہم نے سفر سے آہ' یہ متن نسخۂ آسی ص195 پر ہے لیکن شعر کے معنی کے مطابق یہاں 'آ' زیادہ بہتر متن لگتا ہے، ہم نے آسی کی 'آہ' کو قیاس سے 'آ' میں بدلنے کی جرأت کی ہے۔

نسخۂ مجلس کے حواشی میں کچھ یادگار لطائف بھی درج بلکہ سرزد ہو گئے ہیں، ایک ایسا ہی لطیفہ، لیکن پہلے میرؔ کا شعر

ے جی ڈوبتا ہے اُس گہر تر کی یاد میں پایانِ کار عشق میں ہم مرجیے ہوئے

لفظ 'مرجیۂ' کی دو لغات ہیں ایک کے مطابق ضعیف، مردہ دل، سست، کاہل اور وہ جو مر مر کے بچا ہو یا مر مر کر جینے والا، دوسرے معنی 'غوطہ خور' کے ہیں، شعر میں یہی معنی مقصودِ شاعر ہیں گو پہلے معنی کی رعایت سے ایہام کا ایک پہلو بھی شعر میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مجلس کی جلد اوّل ص562 پر اس شعر کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے ''ابن حزم کے بقول اہل اسلام کے پانچ فرقے ہیں۔۔۔ تیسرے 'مرجیۂ'۔۔۔ مرجیہ کے فرقوں میں اہل سنت سے قریب وہ ہیں جن کا قول ہے کہ ایمان کہتے ہیں دل اور زبان دونوں سے تصدیق و اقرار کرنے کو (ص31، مذاہب الاسلام، از نجم الغنی)''، نہیں معلوم اس ساری بات کا میرؔ کے شعر سے کیا ربط و تعلق ہے؟ دیوان دوم کی ایک معروف غزل ہے 'میر دریا ہے سنے شعر زبانی اُس کی'، اس غزل کا ایک شعر ہے

ے کچھ لکھا ہے تجھے ہر برگ پہ اے رشکِ بہار رقعہ واریں ہیں یہ اوراقِ خزانی اُس کی

آسی کے یہاں متن درست ہے لیکن مرتب نسخۂ مجلس نے اِسے غلط طور پر 'رقعہ دار' سمجھا اور 'رقعہ داریں' (حاملِ رقعہ کے معنی میں) درج کیا ہے (جلد دوم، ص275) جب کہ یہ نادر لفظ ہے اور رقعہ وار کے معنی 'لکھنے کے قابل کاغذ'، اٹھارویں صدی کے اردگرد لکھی جانے والی لغات میں سے کسی کسی میں ملتا ہے۔ 'رقعہ وار' کا لفظ میرؔ نے اِسی دیوان کی ردیف 'ی' ہی میں ایک اور غزل میں برتا ہے۔ شعر ہے

ے کیا چھپا کچھ رہ گیا ہے مدعائے خطِ شوق رقعہ وار اب اشکِ خونیں سے تو افشانی ہوئی

یہاں بھی میؔر نے اِسے مونث باندھا ہے اور یہاں بھی نسخۂ مجلس میں اِسے غلط یعنی 'رقعہ دار' ہی درج کیا ہے (جلد دوم، ص285) بالعموم قدیم نسخوں میں 'سوزش' کی جگہ 'شورش' درج ہوتا ہے لیکن ذیل کے شعر میں معنی و مضمون 'سوزش' ہی کا تقاضا کرتے ہیں جس کی تائید نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم سے ہوتی ہے، لہٰذا آسی اور مجلس (جلد دوم، ص299) کے متن میں 'شورش' یہاں غیر ضروری اور بے معنی ہے

ہما کے آشیانے میں جلیں ہیں استخواں میرے ۔ وہی سوزش موئے پر بھی ہے اب تک ساتھ یاں میرے

میؔر کے ایک شعر پر فائق صاحب کا حاشیہ ایک مرتبہ پھر اُن کی شعر فہمی کے بارے میں شکوک کی جنم دہی کا باعث ہوا ہے۔ پہلے شعر ملاحظہ ہو

دل خوں ہو، تیرے پاؤں میں پھر کر حنا لگے ۔ پس جائیں یار آنکھ تری سُرمگیں پڑے

جلد دوم، ص316 پر اس شعر کے بارے میں لکھا کہ ''نسخۂ آسی میں 'پھر کر' درست نہیں، نول کشور دوم، سوم میں 'پھر کر' درست ہے''، اگر چہ نسخۂ کالج میں 'بھر کر' ہے، گو یہ بھی بامعنی ہے لیکن آسی کا متن یہاں اس حد تک بہتر ہے کہ نسخۂ کالج کے متن پر بھی فوقیت دی جانی چاہیے۔ 'پھر کر' کے معنی دوبارہ ہیں اور معنی کا یہ لطیف پہلو سامنے آتا ہے کہ دل خون ہونے کے باعث محبوب کے پاؤں دوبارہ حنا (خونِ دل) سے رنگین ہوں جب کہ مجلس کے مرتب کا جس لفظ پر اصرار ہے 'پھر کر' کی نثر یوں ہوگی کہ اگر محبوب دوبارہ حنا لگائے تو ہمارا دل خون ہو جائے گا۔ ظاہر ہے ہمارا تجویز کردہ متن بدرجہا بہتر قرار پاتا ہے۔ اِسی طرح درج ذیل شعر کے بارے میں حاشیہ بھی قابل ذکر ہے

اس لیے دیکھ رہے ہے کہ مجھے آگ لگے ۔ غیر کو دیکھے ہے گرمی سے نہ کچھ لاگ لگے

جلد دوم ص317 پر مرتب مجلس کا کہنا ہے کہ تینوں نسخوں میں 'دیکھ رہے ہیں' اگر 'دیکھ رہا ہے' ہوتا تو فاعل اور فعل کی مطابقت ہو جاتی، یا پھر 'ہیں' ہوتا۔ نہیں معلوم کیوں فائق صاحب 'دیکھ رہے ہے' کے معنی سمجھنے سے قاصر رہے؟ یہاں اس کا مفہوم ہے 'دیکھتا ہے' گویا کسی کی عادت یا معمول کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ 'ہیں' کا جواز بالکل نہیں کہ مصرع اوّل میں 'دیکھے ہے' درج ہے اور 'دیکھ رہا ہے' سے وہ مفہوم برآمد نہیں ہوتا جو یہاں مطلوبِ شاعر ہے۔ اس لیے یہی درست متن ہے جو سب نسخوں میں درج ہے۔ کتابت کی غلطی کی ایک اور مثال اس مقطع میں دیکھیے کہ جہاں 'جا کے بیٹھے' میں 'کے' درج ہی نہیں جس سے مصرع ساقط الوزن ہو جاتا ہے

مرشد کے ڈھیر پر وے شاید کہ جا کے بیٹھے ۔ وادیِ قیس سے پھر آئے نہ میؔر صاحب

جلد دوم کے ص350 پر درج مقطع میں 'ہزار بار گھڑی گھڑی بھر۔۔۔' درج ہوا، اس میں ایک 'گھڑی' زائد

ہے، پروف دیکھنے میں تساہل کی یہ ایک اور مثال ہے

ے ہزار بار گھڑی بھر میں میرؔ مرتے ہیں اُنھوں نے زندگی کا ڈھب نیا نکالا ہے

دیوان سوم کی ردیف 'ی' کا آغاز ہے، پہلی غزل کا مطلع ہے

ے تدبیر غمِ دل کی بستی میں نہ ٹھہرائی جنگل میں نکل آئے کچھ واں بھی نہ بن آئی

یہ متن آسی کے مطابق ہے، نسخۂ مجلس میں اختلاف کا ذکر کیے بغیر (جلد سوم ص 191، طبع دوم) 'جنگل سے نکل' درجِ متن ہے، آسی کے یہاں 'میں' زیادہ بہتر ہے۔ اس غزل میں تین غلطیاں نسخۂ مجلس کے مرتب نے کیں۔ آسی کی کلیات ص 435 اور نول کشور دوم ص 312 کے مطابق مصرع ہے 'گھر بار لٹایا جب، تب وہ سہی قد آیا' لیکن مجلس کے مرتب نے 'جب تک' درج کیا جو موزوں بھی نہیں اور مفہومِ شعر کے مطابق بھی غلط ہے۔ دیوان سوم کی دوسری غزل کا مقطع ہے

ے میرؔ نظر کی دل کی طرف، کی عرش کی جانب فکر بہت تھی جو طلب مطلوب کی ہم کو کیدھر کیدھر دھیان گئے

اس شعر کے حوالے سے حاشیہ میں فرمایا کہ نسخۂ کالج اور طبع دوم، سوم میں 'دل کی طرف کو' ہے اور وہ بہتر بھی ہے حالاں کہ یہاں 'کی' ہی درست ہے کہ اس کا تعلق مصرع اوّل کے دوسرے ٹکڑے سے ہے، 'کو' اپنانے سے مفہوم متاثر ہوگا۔ جلد سوم ص 167 (طبع اول) پر اِس شعر کا حاشیہ بھی فائق صاحب کی قدیم الفاظ کی لغات سے لاعلمی کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ پہلے شعر

ے قلب ودماغ وجگر کے گئے پر ضعف ہے جی کے غارت میں کیا جانے یہ قلقچی اِن نے کس سردار کو دیکھا ہے

فرماتے ہیں ''متن میں درج 'قلقچی' غلط ہے، درست لفظ 'قلعچی' ہے، کتابت کی غلطی''۔ حالاں کہ یہ لفظ عہدِ میرؔ کی سیاست کے تناظر میں غیر معمولی لفظ قرار پاتا ہے۔ اس کے معنی ایسا سپاہی یا ملازم جو براہ راست بادشاہ کا ملازم نہ ہو، کسی سردار وغیرہ کا ملازم ہو اور وفاداریاں (سردار) تبدیل بھی کرسکتا ہو، میرؔ نے اپنے قلب، دماغ اور جگر کو شعر میں 'قلقچی' قرار دے کر، محبوب کی جانب چلے جانے کا ذکر کیا ہے۔ فائق صاحب نے نہ جانے اِسے کیونکر غلط سمجھا اور پھر لطف یہ کہ جو لفظ 'قلعچی' انہوں نے تجویز فرمایا، اُس کے معنی بھی درجِ حاشیہ نہیں کیے۔ پھر مزید غلطی یہ کہ بہ صراحتِ ضم 'اُن نے' درج کیا، حالاں کہ یہاں واضح طور پر 'اِن نے' کا محل ہے کہ 'یہ' کے بعد 'اُن نے' غلط قرار پائے گا۔ اگلی ہی غزل کے ایک لفظ 'قرط' بمعنی گھونٹ، جرعہ کے غیر ضروری معنی درج کیے ہیں۔ نسخۂ مجلس میں اضافت کی غلطیاں بے حد وحساب ہیں۔ دیوان سوم کی غزل نمبر 210 کا مطلع ہے

ے آنکھوں سے راہ عشق کی ہم جوں نگہ گئے　　آخر کو روتے روتے پریشاں ہو بہہ گئے

مجلس کے مرتب نے 'کی' کے شاملِ متن ہونے پر بھی 'راہِ عشق' اضافت کے ساتھ درج کیا ہے۔ یہ معنی شعر پر غور نہ کرنے کے علاوہ میرؔ کے اُسلوب سے لاعلمی کا مظاہرہ بھی ہے کہ میرؔ کثرت وتوالیِ اضافت سے گریزاں بالعموم رہتے ہیں۔ تدوین کار کا بنیادی فریضہ ہے کہ وہ کوئی شعر شاملِ متن کرنے سے پہلے اُس کے معنی کو بمقدور سمجھ لے، نسخۂ مجلس میں بے شمار شواہد اس امر کے موجود ہیں کہ مرتب نے اشعار کے معنی ومطلب کو نگاہ میں نہیں رکھا مثلاً ذیل کے شعر میں آسی نے ص 442 پر 'ہم رہی کے میرؔ' درج کیا، اب یہاں 'کے' کی یائے مجہول کو معروف سے بدلنے کی ضرورت تھی لیکن مرتب نے جلد سوم ص 205 پر یہ درستگی نہ کی اور یوں 'کی' کو 'کے' درج کرنے پر مصرع اوّل کا مفہوم کچھ کا کچھ ہوگیا اور دوسرے مصرع سے لاتعلق بھی ہوا۔

ے مضطرب ہو جو ہمرہی کی میرؔ　　پھر کے بولا کہ بس کہیں رہ بھی

ایک اور شعر کے معنی فائق صاحب نے محض ذرا سی لفظی تبدیلی سے بدل کر رکھ دیئے ہیں، انہوں نے 'پردہ' کو 'پروہ' سمجھا اور درج کیا، اگر 'پروہ' کے مطابق مصرع کا مفہوم لیا جائے تو پھر اِس مصرع میں ایک 'ہے' زائد قرار پاتی ہے

ے دیکھنا ہے تو ہے بہم پردہ　　ہم سے آنکھوں کو کب ملاتا ہے

کتابت کی ایک اور غلطی اسی دیوان میں، اِس شعر میں ہوئی، جب مصرع اوّل کے 'جہاں میں' کو 'جہاں ہیں' درج فرمایا

ے موافق ٹک ہو تُو ، تو پھر جہاں میں　　مثل ہو میری تیری آشنائی

کتابت کی فاحش اغلاط کا سلسلہ جاری ہے، دیوان سوم کے اس مقطع کی ردیف 'جائے' کی جگہ 'آئے' درج کر رکھا ہے

ے آنکھیں ہی لگی جاتی ہیں اس جاذبہ کو میرؔ　　آتی ہے بہت دیر جو اُس منہ پہ نظر جائے

جلد سوم، ص 334 پر میرؔ کے اس شعر پر، فائق صاحب نے لکھا کہ 'مومن کا یہ شعر میرؔ سے متوارد ہے' مومنؔ کا وہی معروف شعر درج کیا ہے 'ایک ہم ہیں کہ ہوئے۔۔۔'، میرؔ اور مومنؔ کے شعر ہم مضمون ضرور ہیں لیکن مومنؔ کے شعر کو 'توارد' قرار دینا، فن غزل میں مضمون آفرینی کی فنی روایت سے عدم واقفیت کی دلیل ہے۔ میرؔ کا شعر یہ ہے

ے ہم تو چاہ کر اُس پتھر کو سخت ندامت کھینچی ہے　　چاہ کرے اب وہ کوئی جو چاہت کا ارمان کرے

اس سے اگلے ہی شعر میں 'وارا سارا' کے لفظ کو 'وارا نیارا' سے بدلنے کی قیاسی تجویز، دیکھ کر اُن کی شعر ولفظ فہمی پر سے اعتماد اُٹھنے لگتا ہے، کمال یہ کہ اُنھیں شعر میں 'سودے، نفع اور نقصان' جیسے الفاظ نے بھی 'وارا سارا' کے بالکل درست ہونے کا یقین نہیں دلایا، شعر خود ملاحظہ فرما کر اندازہ لگائیے کہ یہاں 'وارا نیارا' سے کیا مفہوم پیدا ہوگا

؎ سودے میں دل کے نفع جو چاہے، خام طمع سودائی ہے   وارا سارا عشق میں کیسا، جی کا بھی نقصان کرے

ایک اور جگہ یائے معروف ومجہول کے پیدا کردہ تسامح دُور نہیں کیا گیا، ہمارے خیال میں یہاں 'ہمارے' نسبتاً 'ہماری' درست اور بہتر ہے، دیوان چہارم کی غزل نمبر 189 کا مطلع ہے (جلد سوم، ص368)

؎ جنگل میں چشم کس سے بستی کی رہبری کی   صاحب ہی نے ہمارے یہ بندہ پروری کی

میرؔ کا ایک معروف مقطع دیوان چہارم میں یوں ملتا ہے

؎ شاعر نہیں جو دیکھا تو تو ہے کوئی ساحر   دو چار شعر پڑھ کر سب کو رِجھا گیا ہے

نسخۂ مجلس میں بالصراحت مصرع اوّل میں 'تُو تو' لکھا لیکن اگر اِن دونوں لفظوں کی ترتیب بدل دی جائے یعنی 'تو تُو' لکھا جائے تو یہ متن شاید مجلس کے متن سے بہتر نہیں تو کم تر بھی نہیں کہا جائے گا، اس لیے ایسے الفاظ کو ہمارے خیال میں اعراب کے بغیر ہی رکھنا چاہیے جن کی خواندگی ایک سے زیادہ طرح ممکن ہو اور بامعنی بھی۔ اسی لیے مذکورہ بالا شعر میں 'دیکھا' کے بعد علامتِ وقف بھی درج نہیں کرنا چاہیے۔ یہ شعر بھی دیوان چہارم کا ہی ہے

؎ گر کر اُس کی گلی کی خاک میں مفت   اشک کی موتی کی سی آب گئی

نسخۂ مجلس میں ص388 پر مصرع اوّل 'گلی میں کاک' درج ہے۔ ایک متن کی غلطی اور ساتھ ہی دوسری کتابت کی غلطی۔ دیوان پنجم کا ایک مطلع نسخۂ کالج، طبع دوم اور خود آسی کے یہاں یوں درج ہے

؎ کیا خانہ خرابی کا ہمیں خوف و خطر ہے   گھر ہے کسو گوشے میں تو مکڑی کا سا گھر ہے

نسخۂ مجلس میں مصرع ثانی جلد چہارم ص135 پر یوں درج ہوا 'گھر ہے کہ کسو گوشے میں مکڑے کا سا گھر ہے'۔ کلاسیکی شاعری میں مناسبات لفظ پر اساتذہ جس قدر دھیان دیتے تھے، قیاسی اصلاح کرنے سے قبل اس کا ادراک شعر میں کرنا نہایت ضروری ہے، مثلاً ہمارے خیال میں ذیل کے شعر کے دوسرے مصرع میں 'شب' ہی مناسب ہے کہ مصرع اوّل میں 'صبح' کا ذکر ہے لیکن مرتب نسخۂ مجلس (جلد چہارم ص144) کا خیال ہے کہ یہاں 'سب' ہو تو مطلب صاف ہوتا ہے

؎ دامانِ دراز اُس کا جوں صبح نہیں کھینچا   اے میرؔ یہ کوتاہی شب دستِ دعا کی ہے

اسی دیوان کے ایک اور شعر میں ’درہم‘ کا املا کاتب نے یا مرتب نے ’درحم‘ درج کیا ہے

؎ نسبت اُن بالوں کی درست ہوئی دیر میں میرے حالِ درہم سے

ایک اور شعر میں تصرف کرتے ہوئے قدیم نسخوں کے ساتھ ساتھ آسی کے متن کو بھی بدل دیا ’کافر کا بھی‘ کی جگہ ’کافر کا یہ‘ درج کر کے اچھے بھلے مصرع کو سست کر دیا ہے

؎ کافر کا بھی رویہ ہوتا نہیں ہے ایسا ٹھوکر لگا کے چلنا کس دین میں روا ہے

جلد چہارم ص 180 پر ’پایا ہے‘ یہاں ’ہے‘ کا اضافہ فائق صاحب کا اپنا ہے، ورنہ مصرع ’پایا‘ پر مکمل ہو جاتا ہے

؎ اُسے جب نہ تب ہم نے بگڑا ہی پایا یہی اچھے منہ کو بنا جانتا ہے

جلد چہارم ص 265 پر ’جوں توں‘ کی جگہ نسخۂ مجلس نے ’جوں جوں‘ لکھا، یوں شعر سمجھنا مشکل ہے

؎ کچھ نہ کی اُن نے جس کو چاہا ہے جوں توں اپنا کیا نباہا ہے

نسخۂ مجلس کی ان بے شمار اغلاط کی نشان دہی سے یہ سمجھنا درست نہ ہوگا کہ یہ نسخۂ کلیاتِ میرؔ محض مجموعہ اغلاط ہے یا غلط کتابت و اضافت و اعراب و وقوف کی پٹاری ہے۔ یہ سب اغلاط اس نسخے میں ضرور ہیں، تاہم قدیم نسخوں جن میں نسخۂ کالج اور نول کشور دوم، سوم اور آسی کا کلیات شامل ہیں، میں درج بہت سی مشکلات، ابہامات، تسامحات اور سہوہائے کتابت دُور کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔ بلاشبہ میرؔ کے قدیم مطبوعہ نسخوں کے بعد آسی کا کلیات اور کلیاتِ میرؔ نسخۂ مجلس اہمیت کے حامل ہیں۔ ان دونوں کلیات نے متنِ میرؔ کی بہر حال خدمت کی ہے، تاہم یہ امر بھی واقعہ ہے کہ اس نسخے کی کتابت زیادہ احتیاط سے کی جاتی اور بعد از کتابت پروف بار بار اور توجہ سے دیکھے جاتے اور مرتب آسی کے نسخے کے متن کی ہر غلط مقام پر بھی، پیروی نہ کرتے تو یہ نسخہ کلیاتِ میرؔ کا ایک اہم اور مفید نسخہ ہونے کا فریضہ تا دیر ادا کر سکتا تھا۔